فقر و فاقہ اور اس کا اسلامی حل

از: یوسف القرضاوی ——— تلخیص و ترجمہ: عبدالحمید صدیقی

——— (۵) ———

نفقاتِ اہلِ قرابت اللہ تعالیٰ نے بچے کے وارث پر بھی نان و نفقہ کی ویسی ہی ذمہ داری ڈالی ہے جیسی کہ بچے کے والد پر۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے:

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَهُ بِوَلَدِهِ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَالِكَ۔

(البقرۃ: ۲)

جو باپ چاہیں کہ ان کی اولاد پوری مدتِ رضاعت تک دودھ پیے تو (مطلّقہ) مائیں اپنے بچوں کو کامل دو سال دودھ پلائیں۔ اس صورت میں بچے کے باپ کو معروف طریقے سے انہیں کھانا کپڑا دینا ہوگا۔ مگر کسی پر اس کی وسعت سے بڑھ کر بار نہ ڈالنا چاہیے نہ تو ماں کو اس وجہ سے تکلیف میں ڈالا جائے کہ بچہ اس کا ہے اور نہ باپ ہی کو اس وجہ سے تنگ کیا جائے کہ بچہ اس کا ہے۔ دودھ پلانے والی کا یہ حق جیسا بچے کے باپ پر ہے ویسا ہی اس کے وارث پر بھی ہے۔

اس حکم خداوندی کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی حکم لگایا تھا۔ چنانچہ سعید بن مسیّب سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بچے کے پدری رشتہ داروں کو اس بناء پر قید کر دیا تھا کہ وہ بچے کے نان نفقہ کی ذمہ داری قبول نہیں کرتے تھے۔ سعید بن مسیّب ہی سے ایک اور روایت ہے کہ ایک یتیم کا سرپرست حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؓ نے اس سے فرمایا

"اس یتیم پر خرچ کرو" پھر فرمایا "اگر مجھے اس یتیم کا دور پرے کا رشتہ دار بھی مل جاتا تو میں اُس پر اس بچے کا نان نفقہ واجب قرار دیتا" اس سلسلے میں زید بن ثابتؓ سے بھی ایک روایت ہے کہ "اگر بچے کے ورثاء میں ماں اور چچا ہوں تو ماں پر اس کے حصۂ وراثت کے مطابق اور چچا پر اُس کے حصۂ وراثت کے مطابق بچے کا نان نفقہ فرض ہوگا۔ حضرت عمرؓ اور زید بن ثابت کے مذکورہ فیصلوں کی مخالفت کسی صحابی سے ثابت نہیں ہے۔

ابن جُریج فرماتے ہیں کہ میں نے عطا سے پوچھا کہ وعلی الوارث مثل ذالك کا کیا مطلب ہے تو آپ نے فرمایا: "کہ یتیم کے ورثاء پر وارث ہونے کی حیثیت سے فرض ہے کہ وہ اُس پر خرچ کریں" میں نے کہا "اگر بچے کا کوئی مال وغیرہ نہ ہو تو کیا بچے کے وارث کو بچے کی پرورش و پرداخت نہ کرنے کے جرم میں قید کر لیا جائے گا؟" آپ نے فرمایا: "کیا وہ اُسے چھوڑ دے گا کہ وہ مرتا رہے؟" حسن بصری فرماتے ہیں کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص بچے کا وارث ہو اُس پر فرض ہے کہ وہ بچے پر خرچ کرے تا آنکہ وہ اپنے وارث کا محتاج نہ رہے۔" قتادہ، مجاہد، ضحاک، زید بن اسلم، قاضی شریح، قبیصہ بن ذویب، عبداللہ بن عتبہ بن مسعود، ابراہیم نخعی، شعبی اور اصحاب ابن مسعود اور ان کے بعد سفیان ثوری، عبدالرزاق اور ابوحنیفہ اور اُن کے اصحاب اور پھر ان کے بعد احمد بن حنبل، اسحاق اور داؤد وغیرہ جملہ سلف صالحین نے بھی یہی تفسیر کی ہے جو ابن جریج اور عطا سے منقول ہے۔

خویش و اقارب پر خرچ کرنے کے بارے میں امام ابوحنیفہ کا مسلک | خویش و اقارب پر خرچ کرنے کے بارے میں حضرت امام ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر رحم کے رشتہ داروں میں بیٹے یا پوتے ہوں یا آباؤ اجداد ہوں تو اُن پر خرچ کرنا واجب ہے قطع نظر اس سے کہ وہ مسلمان ہیں یا کافر۔ اگر ان کے علاوہ کوئی رشتہ دار ہوں تو اُن پر خرچ کرنا صرف اُس صورت میں فرض ہے کہ وہ مسلمان ہوں کیونکہ مسلمان پر یہ واجب نہیں کہ اپنے کسی کافر رشتہ دار پر خرچ کرے۔

اس طرح خرچ کرنے میں دو باتوں کو ملحوظِ خاطر رکھا جائے گا۔ ایک خرچ کرنے والے کی استطاعت، دوسرے جس پر خرچ کیا جائے اس کی ضرورت و احتیاج۔ اگر وہ شخص جس پر خرچ کیا جا رہا ہے بچہ ہے یا بوڑھا ہے

یا عورت ہے تو صرف اُن کی تنگدستی کا لحاظ رکھا جائے گا اور اگر وہ مرد ہو تو پھر اس کی تنگ دستی کے ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھا جائے گا کہ وہ اندھا تو نہیں یا اُسے کوئی ایسا مزمن مرض تو نہیں جس نے اُسے بالکل کام کے قابل نہ چھوڑا ہو۔ اور اگر وہ تندرست و توانا ہو اور اندھا نہ ہو تو پھر اس پر خرچ کرنا واجب نہیں یہ نان نفقہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک میراث کے مطابق ہو گا۔ مگر اُن کے مشہور مذہب کے مطابق بچے کا نان نفقہ خاص طور پر والد کے ذمے ہو گا۔ اور حسن بن زیاد لُؤلُؤی نے اس قیاس کو عام کرتے ہوئے کہا ہے کہ بچے کا نفقہ ماں باپ دونوں پر اُن کی میراث کے مطابق ہو گا۔

امام احمد بن حنبل کا مسلک | امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر قریبی جو محتاج ہے اور وہ جو مدد کرنے والا ہے دونوں ایک ہی سلسلہ نسب سے ہوں تو پھر محتاج و ضرورت مند کا نان نفقہ واجب ہے، قطع نظر اس سے کہ وہ وارث ہے یا غیر وارث۔ اور اگر وہ کسی اور سلسلہ نسب سے ہو تو پھر نہیں کیونکہ نفقہ کے وجوب کے لیے توارث کی شرط لازمی ہے۔ اگر خویش و اقارب میں سے وہ رحم کے رشتے دار ہوں جو وارث نہیں ہو سکتے تو اُن کے لیے امام احمد سے منقول کسی نصِ صریح کے مطابق کوئی نفقہ نہیں ہے۔ تاہم امام احمد کے بعض اصحاب نے اُن رشتہ داروں کے توارث کے بارے میں امام احمد کے مسلک کی بنیاد پر نفقے کے وجوب کو ثابت کیا ہے۔ کیونکہ اُن کے نزدیک نفقہ میراث کا حصہ ہے۔ امام احمدؒ کے نزدیک خرچ کرنے والے اور وہ جس پر خرچ کیا جا رہا ہے دونوں کا ایک ہی دین پر ہونا نفقہ کے وجوب کے لیے ضروری شرط ہے۔ مگر ایک روایت کے مطابق ان کے نزدیک والدین کے لیے یہ شرط نہیں ہے۔ جس پر کسی شخص کا نفقہ واجب ہے اس پر امام احمدؒ کے مسلک کے مطابق اس کی بیوی کا نفقہ بھی واجب ہے۔

قاضی ابو یعلیٰ فرماتے ہیں کہ اسی طرح جس پر اپنے رشتہ داروں مثلاً بھائی بھتیجے اور چچا وغیرہ وغیرہ کا نفقہ واجب ہو گیا ہو اس پر اُن کی پاکدامنی کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ جب کسی شخص پر ایک آدمی کی پاکدامنی کا خیال رکھنا ضروری ہے تو اُس پر اس آدمی کی بیوی کا نفقہ بھی واجب ہو گا کیونکہ وہ اسی طرح اپنی پاکدامنی کو قائم رکھ سکتا ہے۔

وجوبِ نفقہ کی شرائط | فقہاء نے اقارب پر نفقہ کے وجوب کو دو شرطوں سے مشروط کیا ہے۔ پہلی شرط

یہ ہے کہ جس کے لیے نفقہ واجب ہے وہ تنگ دست و نادار ہو۔ اگر وہ کہیں سے مال مل جانے کے سبب یا کوئی کام کرنے کی وجہ سے مالدار ہو جائے تو اس کا نفقہ واجب نہیں۔ کیونکہ نفقہ کے وجوب میں صرف ہمدردی و غمخواری اور مدد کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے۔ دولتمند اور فارغ البال ہو جانے کے بعد کوئی اس کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ دوسری شرط یہ ہے کہ نفقہ کا انتظام کرنے والے کے پاس اپنے اور اپنی بیوی کے نان نفقہ سے زاید مال ہو۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پہلے اپنے آپ پر خرچ کرو پھر اپنے اہل و عیال پر۔" قریبی رشتہ دار پر خرچ کرنا باہمی ہمدردی کے طور پر ہوتا ہے لہذا ضروری ہے کہ اپنی اصلی ضرورت سے زاید مال ہو تو اس پر خرچ کیا جائے۔ اصلی ضرورت سے مراد اپنی ذات اور اپنے بال بچوں پر خرچ کرنا ہے۔

نفقہ کن چیزوں پر مشتمل ہوتا ہے اسلام نے خویش و اقارب پر نفقے کا جو حکم دیا ہے اس کے لیے مال کی کوئی حد مقرر نہیں کی کیونکہ زمان و مکان اور حالات کے مختلف ہونے سے لوگوں کی ضروریات بھی بدلتی رہتی ہیں۔ اسی طرح نفقہ کرنے والوں کے مالی حالات بھی بدلتے رہتے ہیں۔ کبھی کوئی خوش حال و کشادہ رزق ہوتا ہے تو کبھی وہ اوسط درجے کا مالدار ہوتا ہے۔ ان حالات میں اسلام یہ چاہتا ہے کہ نفقہ کرنے والے کی قوتِ انفاق اور نفقہ کے مستحق کی حاجت مندی، دونوں کا لحاظ رکھا جائے اور رشتہ دار مناسب طریقے سے ایک دوسرے کی مدد کریں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰهُ اللّٰهُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰهَا (الطلاق: ۷)

خوشحال آدمی اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے اور جس کی روزی تنگ ہو وہ اس کے مطابق خرچ کرے جو اللہ نے اس کو دیا ہے۔ اللہ کسی کو اسی کے مطابق تکلیف دیتا ہے جتنا اللہ نے اس کو دیا ہے۔

وَمَتِّعُوْهُنَّ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ (البقرہ: ۲۳۶)

اُن کو خوشحال آدمی اپنی مقدرت کے مطابق اور غریب اپنی مقدرت کے مطابق معروف طریقے سے دے۔

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ

بچے کے باپ کو معروف طریقے سے انہیں کھانا کپڑا

بِالْمَعْرُوْفِ۔ (البقرہ ۔۲۳۴) دینا ہوگا۔

اور رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کی بیوی ہند سے ایک موقع پر کہا تھا کہ اپنے خاوند کے مال سے اتنا لے لے جتنا تجھے اور تیرے بچے کے لیے کافی ہو۔"

فقہائے اُمت نے نفقہ میں مندرجۂ ذیل چھ چیزوں کو شامل کیا ہے: (۱) کھانا پینا، (۲) گرمی سردی کے لیے حسبِ حال لباس (۳) رہائش اور اس کے لوازمات۔ (۴) جو شخص اپنا کام خود کرنے کے قابل نہ ہو اس کے لیے نوکر۔ (۵) جو شادی کا حاجت مند ہو اس کی شادی کا انتظام۔ (۶) مستحقِ نفقہ کے بیوی بچوں پر بھی خرچ کرنا۔

شیخ الاسلام ابنِ قدامہ اپنی کتاب الکافی میں فرماتے ہیں: "نفقہ ضرورت مند کی ضرورت کے مطابق ہونا چاہیے۔ کیونکہ نفقے کا اصل مقصد حاجت مند کی ضرورت پوری کرنا ہے۔ اگر اُسے اپنی خدمت کے لیے خادم کی ضرورت ہو تو نفقہ کرنے والے پر خادم کا نفقہ بھی واجب ہوگا۔ اور اگر اس کی بیوی ہو تو اس کا نفقہ بھی۔" پھر فرماتے ہیں کہ نفقہ دینے والے پر یہ واجب ہے کہ باپ دادا اور بیٹے وغیرہ، جن کا نفقہ اس کے ذمہ ہو، ان میں سے اگر کوئی شادی کا خواہاں ہو تو اس کی شادی کر دے۔ کیونکہ وہ اس کا ضرورت مند ہے اور اس سے محرومی اس کے لیے ضرر رساں ہے۔ لہٰذا شادی بھی نان نفقہ یعنی کھانے پینے اور لباس کے مشابہ ہے۔ مگر یہ صحیح نہ ہوگا کہ حاجت مند آدمی کو حقیر سمجھ کر اس کے لیے کسی ایسی عورت کو چھانٹا جائے جو اس کے لیے ناکارہ ہو یا اس کی حیثیت کے مطابق نہ ہو۔

نفقہ کے سلسلے میں علاج معالجے کے وجوب کے متعلق فقہاء کا کوئی قول نہیں ہے۔ لیکن ہمارے خیال میں جس شخص پر کسی حاجت مند رشتہ دار کے نفقہ کی ذمہ داری عائد ہوتی ہو اس پر اس کے علاج کی ذمہ داری عائد نہ ہونے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔

نفقہ علی الاقارب صرف اسلام ہی کا خاصہ ہے | اسلام نے دولت مند رشتہ دار پر اپنے غریب اور نادار رشتہ دار کا نان نفقہ واجب قرار دے کر معاشرتی تحفظ (SOCIAL SECURITY) کی بنیاد رکھی ہے۔ اسلام نے اسے محض مستحب قرار نہیں دیا ہے بلکہ ایک ایسا حق کہا ہے جس کے ادا کرنے کا

حکم خود ذاتِ باری تعالیٰ نے دیا ہے۔ فقہ اسلامی میں کتاب النفقات کے تحت رشتہ دار پر خرچ کرنے کے باب میں جو احکام دیئے گئے ہیں میرا خیال ہے کہ ایسے احکام نہ پرانی شریعتوں میں کہیں ملیں گے اور نہ آج کل کے جدید قوانین میں کہیں اس کا خیال تک پایا جاتا ہے۔ اسلام نے غریب و تنگ دست مسلمان کو یہ حق دیا ہے کہ وہ اپنے امیر و خوشحال رشتہ داروں پر نان نفقے کا دعویٰ دائر کر دے۔ یہ وہ حق ہے جسے ہم اسلامی معاشرہ میں ایک معمولی اور قدرتی بات سمجھتے ہیں، کیونکہ ہم نے اسے دین ہونے کی حیثیت سے جانا ہے اور بڑے بوڑھوں سے وراثت میں پایا ہے۔ مگر غیر مسلم قومیں جنہیں ہم تہذیب و ثقافت کے میدان میں بہت ترقی یافتہ سمجھتے ہیں، ان کے لیے یہ بات بڑی حیرت انگیز اور باعثِ تعجب ہے۔ ہمارے استاد ڈاکٹر محمد یوسف موسیٰ اپنی کتاب "اسلام اور انسانی دنیا کو اس کی ضرورت" میں اسلام اور عائلی زندگی پر گفتگو فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

"شاید یہ بہتر ہو اگر میں یہاں یہ ذکر کر دوں کہ میں قیامِ فرانس کے دوران جس گھر میں کچھ عرصہ رہا وہاں ایک نوجوان لڑکی بحیثیت خادمہ کے رہا کرتی تھی جس کے چہرے سے خاندانی شرافت کے آثار نمایاں تھے۔ میں نے گھر کی مالکہ سے پوچھا کہ یہ لڑکی کیوں خادمہ بنی ہوتی ہے؟ کیا اس کا کوئی قریبی رشتہ دار نہیں جو اس سے یہ کام چھڑوا دے اور اس کے لیے زندگی کی آسائشیں فراہم کر دے"؟ اس نے جواب دیا کہ یہ لڑکی شہر کے ایک اچھے گھرانے سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کا ایک چچا ہے جو بڑا مالدار ہے۔ مگر وہ اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ وہ اپنے معاملے کو عدالت میں کیوں نہیں لے جاتی کہ وہ اسے چچا سے نان نفقہ دلوائے؟ میری بات سے وہ صاحبہ حیران رہ گئیں اور انہوں نے مجھے بتایا کہ ہمارے ہاں ایسا کوئی قانون نہیں ہے جس کے تحت یہ لڑکی اپنے چچا سے ایسا کوئی مطالبہ کر سکے"۔ تب میں نے انہیں اس سلسلے میں اسلام کا حکم سمجھایا۔ وہ کہنے لگیں "کون ہے جو ہمارے لیے ایسا قانون بنائے؟ اگر ہمارے یہاں یہ قانونی لحاظ سے جائز ہو تو کوئی لڑکی یا عورت ایسی نہ ملے جو کسی کمپنی، کارخانے یا فیکٹری یا حکومت کے کسی محکمے میں کام کرنے کے لیے گھر سے نکلے"۔

(باقی)